Iḥyāʾ alʿulūm, Vol.:21, Issue: 02,July-Dec 2021
PP: 40-61

OPEN ACCESS
Iḥyāʾ alʿulūm
ISSN (Online): 2663-6263
ISSN (Print): 2663-6255
www.joqs-uok..com

پاکستان میں طلاق وخلع سے متعلق عدالتی طریقہ کار تجزیاتی مطالعہ

Judicial Procedure Of Divorce & Khula In Pakitan :An-Analytical Study

Dr .Syeda Sadia
Assistant Professor, Institute of Arabic and Islamic Studies, Government College Women's University, Sialkot
DOI: (https://doi.org/10.46568/ihya.v21i2.131)

Abstract

Family laws are an essence in settling on and resolving all issues in any country and in this regard tangling disputes between spouses and issues of divorce and Khula are brought forth the courts so that these matters and issues can be resolve and sort out neutrally and fairly. The court procedure has grave importance for the finest resolution of such sort of issues and cases. Sometime, the matters and cases , which are brought forth the courts , turn into the worst situation and become more complicated than before due to an inadequate and derisory procedure, Thus, judicial procedure related to the Divorce and Khula is an immense perceptive and a sensitive matter. Moreover, the amendments to the Muslim Family Laws of 2001 in actual were aimed at dealing familial cases and matters promptly, resolve all those familial cases which women have to confront, as well as to ensure the protection of their rights. Under the sub- Section 4 of section 10 of the family court Act, October, 2005, the people have been facilitated by reducing to bare bones the procedure of Divorce and Khula. According to the legal connoisseurs , the divorce rate has increased after these facilitating amendments and the situation is that the courts are sharing out the divorce degrees like sweetmeats. While sometime, under such law the grievance of the oppressed woman comes forth. In such familial cases, laws as well as the procedure of the court proceedings is also a very delicate issue in which the rate of the divorce and Khula can

significantly be reduced by doing some effective changes and reforms. However, in this research paper , the analyses of the court procedure , regarding the issues of divorce and khula would be presented on.

***Keywords**: Court procedure, Familial Issues, laws, Increasing rate, Divorce , Khula*

عائلی قوانین کسی بھی ملک میں خاندانی معاملات وتنازعات کے حل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ زوجین کے مابین پیدا ہونے والے اختلافات اور طلاق وخلع کے مساءل عدالتوں میں پیش کیے جاتے ہیں تاکہ ان معاملات کا غیر جانبدارانہ حل ممکن ہوسکے۔ ان تنازعات و مقدمات کے بہترین حل کے لئے عدالتی طریقہ کار کو بہت اہمیت حاصل ہے، بسا اوقات جس تنازعے یا مسلہ کے حل کے لئے عدالت سے رجوع کیا جاتا ہے طریقہ کار مناسب نہ ہونے کے سبب معاملہ مزید الجھ جاتا ہے، لہٰذا طلاق وخلع سے متعلق عدالتی طریقہ کار انتہاءی حساس معاملہ ہے۔۲۰۰۱ء میں مسلم عائلی قوانین میں کی جانے والے ترامیم کا مقصد عائلی مقدمات کو جلد از نمٹانا اور خواتین کو عاءلی مقدمات میں درپیش مشکلات کا جلد از جلد حل ممکن بنانا اور خواتین کے حقوق کا تحفظ کرنا تھا۔ فیملی کورٹس ایکٹ اکتوبر ۲۰۰۵ء دفعہ (۴) سیکشن ۱۰ کے تحت طلاق وخلع کا عمل آسان تر کردیا گیا۔ ماہرین قانون کے مطابق اس ترامیم کے بعد طلاق کی شرح میں اضافہ ہونے لگا اور عدالتیں طلاق کی ڈگریاں ریوڑیوں کی طرح بانٹ رہی ہیں۔ جبکہ بعض اوقات اس قانون کے تحت حقیقتاً کسی مظلوم عورت کی دادرسی کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ قانون کے ساتھ ساتھ عدالتی کارواءی کا طریقہ بھی بہت نازک مس ءلہ ہے جس میں کچھ تبدیلی واصلاح کر کے طلاق وخلع کی شرح میں نمایاں کمی لائی جاسکتی ہے، مقالہ ہٰذا میں طلاق وخلع سے متعلق عدالتی طریقہ کار کا تجزیہ پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

عائلی قوانین کا پس منظر:

عائلی قوانین سے ہر فرد کا تعلق لازم وملزوم ہے، اس سے فرد اور خاندان دونوں متاثر ہوتے ہیں۔ عائلی قوانین میں نکاح، مہر، طلاق، نان ونفقہ، وراثت اور حضانت وغیرہ جیسے قوانین زیر بحث ہوتے ہیں۔ جس میں افراد خاندان کے باہمی حقوق کا تعین قانون کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں اس وقت جن عائلی قوانین کا اطلاق ہے ان میں کچھ قوانین ایسے ہیں جو برعظیم پاک وہند میں مسلمانوں کے عائلی معاملات کے حل کے لئے خصوصا نافذ کئے گئے۔ اور یہ قوانین قیام پاکستان کے بعد بھی نافذ رہے ہیں۔

قیام پاکستان سے قبل نافذ العمل قوانین درج ذیل تھے۔

مسلم پرسنل (شریعت) اپلیکیشن ایکٹ ۱۹۳۷ء

مسلم شادیوں کی تنسیخ کا قانون ۱۹۳۹ء

سرحد مسلم پرسنل لاء (شریعت) اپلیکیشن ایکٹ ۱۹۳۵ء

بچپن کی شادی پر پابندی کا قانون ۱۹۲۹ء

گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ ۱۸۹۰ء

ان قوانین کا اطلاق قطع نظر مذہب سب پر ہوتا تھا۔ تاہم اگر مسلمانوں کے کسی مخصوص فرقہ کا کوئی اپنا قاعدہ ہوتا تو

عام طور پر اس فرقہ کے لئے اس کی پابندی کی جاتی تھی۔ بہت سے عائلی معاملات سے متعلق مسلمانوں کے لئے الگ قوانین کے باوجود بہت سے معاملات مثلاً وراثت و جانشینی بارے رواجی قوانین ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ پاکستان میں شامل ہونے والے بہت سارے علاقوں میں پنجاب لاء ز ایکٹ ۱۸۷۲ء اور بنگال لاء ز ایکٹ کے تحت وراثت و جانشنی اور کچھ دیگر عائلی معاملات میں بھی رواج کو قانون کی حیثیت حاصل تھی۔

پاکستان میں عائلی قوانین کا نفاذ:

قیام پاکستان کے بعد بھی انہی قوانین پر عمل ہوتا رہا۔ لیکن شادی (نکاح) کے اندراج، طلاق اور اس کے اندراج یا ریکارڈ اور اسی طرح دیگر منسلک معاملات پر کوئی قانون نہیں تھا جس سے بہت سے معاملات میں دشواریاں محسوس کی جارہی تھیں عمومی مسئلہ یہ تھا کہ طلاق کا ریکارڈ نہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کو خاوند کی وراثت سے محروم کر دیا جاتا تھا۔ اسی طرح مرد دوسری شادیاں کر لیتے تھے اس سے نان ونفقہ، بچوں کی ولدیت، وراثت اور اسی طرح کے دیگر معاملات پر کئی مسائل پیدا ہوتے تھے اور مقدمے طوالت اختیار کر لیتے تھے۔ قانونی پیچیدگیوں میں الجھے مقدمات لوگوں کو پریشان کرتے۔

۱۹۵۴ء میں حکومت نے ایک ۷ رکنی کمیشن مقرر کیا جس کا مقصد شادی، طلاق، مہر، نان ونفقہ وغیرہ جیسے معاملات سے تعلق رکھنے والے قوانین کا جائزہ لیتے ہوئے ایسا لائحہ عمل مرتب کرنا تھا جس کے مطابق عورتوں کو اسلام کی بنیادی تعلیمات کے مطابق معاشرے میں جائز مقام دینا تھا۔ کمیشن کی رپورٹ ۲۰ جون ۱۹۵۶ء کو سرکاری گزٹ میں شائع ہوئی لیکن اس کی سفارشات پر فی الفور قانون سازی نہیں ہوئی۔[۱]

۱۹۶۱ء میں صدر ایوب نے کمیشن کی رپورٹ کو عملی شکل دیتے ہوئے مسلم عائلی قوانین آرڈیننس جاری کیا پوری طرح کمیشن کی رپورٹ کو عملی شکل نہیں دی گئی تھی مگر کافی حد تک یہ قانون کمیشن کی سفارشات سے مطابقت رکھتا ہے۔

مسلم عائلی قوانین آرڈی نینس کو ۱۹۷۳ء کے آئین میں تحفظ حاصل ہے اور اس کو قوانین کی اس فہرست میں شامل کیا گیا ہے جن کو بنیادی حقوق کی بناء پر عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔[۲]

پاکستان میں مسلم عائلی معاملات سے متعلق درج ذیل قوانین نافذ ہیں:

مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء

مسلم عائلی قوانین آرڈیننس کے تحت ۱۹۶۱ء کے قواعد

مسلم قانون شخصی (شریعت کا طلاق) ایکٹ ۱۹۶۲ء

مسلم شادیوں کی تنسیخ کا قانون ۱۹۳۹ء

ان کے علاوہ کچھ قوانین کا طلاق بغیر تفریق مذہب تمام پاکستانی شہریوں پر ہوتا ہے ان میں کچھ وہ قوانین بھی ہیں جو برعظیم پاک وہند میں وضع کئے گئے وہ درج ذیل ہیں:

میجارٹی ایکٹ ۱۸۷۵ء

گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ ۱۸۹۰ء

بچپن کی شادی پر پابندی کا قانون ۱۹۲۹ء

عائلی عدالتوں کا ایکٹ ۱۹۶۴ء

عائلی عدالتوں کے قواعد ۱۹۶۵ء [۳]

مقالہ کا موضوع چونکہ طلاق وخلع کے حوالے سے ہے لہٰذا مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء ایکٹ، ودیگر متعلقہ قوانین کے نکاح، طلاق، خلع، نان ونفقہ، بچوں کی حضانت اور اس سے متعلقہ پہلوؤں کو موجودہ قوانین اور اسلام کی روشنی میں زیر بحث لایا جائے گا۔

مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء کے طلاق وخلع سے متعلق نکات تجزیاتی مطالعہ:

مسلم فیملی لاء آرڈیننس اپنے نفاذ کے اولین دن ہی سے دینی حلقوں میں موضوع بحث رہا ہے اور اس کی مختلف دفعات پر علماء کرام اعتراضات کرتے ہیں ذیل میں اس حوالے سے جائزہ لیا جاتا ہے۔

دفعہ نمبر ۷۔ طلاق کا طریقہ کار:

زبانی اور فوری طلاق کی بجائے طلاق مؤثر ہونے سے پہلے فریقین کے درمیان مصالحت کے لئے طریقہ کار بیان کا گیا۔

۱۔ جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہو وہ طلاق کا اعلان خواہ کسی شکل میں بھی ہو کرنے کے بعد چئیر مین کو تحریری نوٹس دے گا اور اس کی ایک نقل بیوی کو بھی مہیا کرے گا۔

۲۔ جو کوئی ضمنی دفعہ (۱) کی خلاف ورزی کرے گا وہ قید محض، جس کی مدت ایک سال تک ہو سکتی ہے یا جرمانہ جو پانچ ہزار روپے تک ہو سکتا ہے یا دونوں سزاؤں کا مستوجب ہو گا۔

۳۔ سوائے اس کے کہ جیسا ضمنی دفعہ (۵) میں مشروط کیا گیا ہے کہ کوئی طلاق ماسوا اس کے کہ قبل ازیں رجوع نہ کر لیا گیا ہو، اس وقت تک مؤثر نہ ہو گی جب تک کہ اس کے نوے دن نہ گزر جائیں جس دن چئیر مین کو دفعہ (۱) کے تحت نوٹس حوالے کیا گیا ہو۔

۴۔ ذیلی دفعہ (۱) کے تحت نوٹس کی وصولی کے تیس دن کے اندر چئیر مین فریقین میں مصالحت کروانے کی غرض سے ایک ثالثی کونسل تشکیل دے گا اور ثالثی کونسل مذکورہ مصالحت کروانے کے لئے تمام ضروری اقدامات کرے گی۔

۵۔ اگر بوقت طلاق بیوی حاملہ ہے تو طلاق اس تک مؤثر نہ ہو گی جب تک کہ ذیلی دفعہ (۳) میں مذکورہ مدت نہ گزر جائے یا وضع حمل نہ ہو جائے جو بھی بعد میں ہو۔

۶۔ ایسی بیوی کے لیے، جس کا نکاح دفعہ ہذا کے تحت مؤثر شدہ طلاق سے فسخ ہو چکا ہو کسی دوسرے شخص سے شادی کے بغیر، اسی شوہر سے دوبارہ شادی کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہو گا سوائے اس کے کہ ایسا فسخ تیسری بار اسی طرح مؤثر ہو چکا ہو۔

علماء کرام کے اشکالات:

قرآن کے دیئے ہوئے حق طلاق کو ایک پنچایت کے ساتھ معلق کر کے رکھ دیا ہے۔ قرآن مجید میں طلاق کے احکام بالکل الگ بیان کیے گئے ہیں اور میاں اور بیوی کے اختلافات کو رفع کرنے کی صورت الگ بیان کی گئی ہے۔ سورہ بقرہ میں آیت ۲۲۷ سے لے کر ۲۴۲ تک اور سورہ احزاب کی آیت ۴۹ میں اور سورہ طلاق کی پہلی سات آیتوں میں طلاق کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ کوئی قانونی فہم رکھنے والا شخص ان احکام کو پڑھتے ہوئے قطعاً یہ محسوس نہیں کر سکتا کہ یہاں شوہر کے حق طلاق کو کسی

پنچایت یا عدالت کے سامنے پیش کرنے اور اس کا فیصلہ حاصل کرنے سے مقید کیا گیا ہے۔ ان تمام احکام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شوہر جب چاہے طلاق دینے کا مختار ہے۔ ایک آیت کے اندر صاف الفاظ میں " بیدہ عقدۃ النکاح "[۴] کا فقرہ ارشاد فرمایا گیا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ عقد نکاح کو برقرار رکھنا یا توڑ دینا شوہر کے اختیار میں ہے اور اپنے اس اختیار کو استعمال کرنے کے لیے وہ قطعاً کسی دوسرے کی طرف رجوع کرنے کا پابند نہیں ہے۔ دوسری طرف سورہ نساء کی آیات ۳۵، ۳۴ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرد عورتوں پر قوام ہیں نیک بیویاں شوہروں کی اطاعت گزار ہوتی ہیں۔ اگر بیوی نشوز کا رویہ اختیار کرے تو شوہر کو اسے مطیع بنانے کے لیے مختلف تدابیر اختیار کرنے کا حق ہے اور اگر زوجین کے درمیان کو جھگڑا ہو تو ایک حکم شوہر کے خاندان سے اور ایک حکم بیوی کے خاندان سے مقرر کیا جائے تاکہ وہ دونوں مل کر ان کے جھگڑے کو رفع کرانے کی کوشش کریں۔ اس آیت میں سرے سے طلاق کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے اور کہیں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ اس سعی مصالحت کے بغیر شوہر طلاق کا اختیار استعمال کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ ان دو الگ قوانین کو ایک دوسرے کے ساتھ گڈ مڈ کر کے ایک قانون کا منشا دوسرے قانون کے ذریعے سے فوت کرنے کی کوشش کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

اس طریقہ کار کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندانوں کے گندے کپڑے کھلم کھلا عدالتوں میں دھوئے جانے لگے۔ طلاق چاہنے والے چونکہ مجبور تھے کہ ایک عدالت کو اس بات پر مطمئن کریں کہ ان کے لیے جدائی ناگزیر ہو چکی ہے، اس لیے انھوں نے ایک دوسرے کے خلاف جھوٹے الزامات اور زیادہ تر بداخلاقی کے اتہامات مجبوراً لگائے کیونکہ اصل وجوہ طلاق لازماً وہی نہیں ہو سکتے جو کسی عدالت کو مطمئن کر دیں۔[۵]

قرآن مجید کے احکام جن کی اس دفعہ میں صریح خلاف ورزی کی گئی ہے۔

آرڈیننس کی اس دفعہ کی مذکورہ بالا شقوں میں حسب ذیل امور صریح طور پر قرآن کے خلاف ہیں:

۱۔ اس میں عورت کی عدت یونین کونسل کے چیئرمین کو نوٹس دینے کے بعد سے شروع ہوتی ہے خواہ طلاق دینے کے مہینہ دو مہینے بعد ہی یہ نوٹس دیا گیا ہو۔ حالانکہ قرآن کی رو سے طلاق زبان سے نکالتے ہی عدت کی مدت شروع ہو جاتی ہے۔

۲۔ اس میں عدت کی مدت غیر حاملہ عورت کے لیے نوے دن قرار دی گئی ہے حالانکہ قرآن کی رو سے تین حیض اس کی مدت ہے۔

۳۔ اس میں حاملہ عورت کے لیے عدت کی مدت وضع حمل یا نوے دن، (ان میں سے جو مدت بھی طویل تر ہو) قرار دی گئی ہے۔ حالانکہ قرآن کی رو سے حاملہ کی عدت وضع حمل پر ختم ہو جاتی ہے اور غیر حائضہ عورت کی مدت عدت بھی نوے دن نہیں بلکہ تین مہینے رکھی گئی ہے۔

۴۔ اس میں طلاق کے نفاذ کو یونین کونسل کے چیئرمین تک اطلاع پہنچنے اور اس کی سعی مصالحت کرنے پر موقوف کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ قرآن کے بالکل خلاف ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں۔

۵۔ اس میں شوہر کے خاندان اور بیوی کے خاندان کے ایک ایک حکم کے ساتھ یونین کونسل کے چیئرمین کا مزید اضافہ کر دیا گیا ہے حالانکہ قرآن صرف دونوں خاندانوں کے ایک ایک حکم کے سامنے اختلافات پیش کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یونین کونسل کا چیئرمین لازماً اپنے علاقے کے تمام خاندانوں کا کوئی معتمد علیہ سرپرست نہیں ہو سکتا۔ بلکہ آپ کے کسی قانون کی رو سے اس کا مسلمان

ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں خاندان یا ان میں سے کوئی ایک اس بیرونی آدمی کے سامنے اپنے گھریلو جھگڑے رکھنے پسند نہ کریں۔۔۔ جب یہ جھگڑے پنچایتوں میں آنے شروع ہوں گے اور بعید نہیں کہ جب طلاق کا نفاذ ایک پنچایت کے اطمینان پر موقوف ہو جائے تو ہمارے ہاں بھی شوہر اپنی بیویوں پر جھوٹے اخلاقی الزامات لگانا شروع کر دیں تاکہ پنچایت کو طلاق کے ناگزیر ہونے کا قائل کر سکیں۔

اس دفعہ کی شق ٦ ایک اور فتنہ انگیز صورت پیدا کرتی ہے۔ اس میں یہ طے کیا گیا ہے کہ ہر وہ نکاح جو کسی موثر طلاق کے ذریعے سے ختم ہو چکا ہو اس کے فریقین دوبارہ باہم نکاح کر سکیں گے بغیر اس کے کہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنے کے بعد طلاق پا چکی ہو۔ اس شق کا منشا یہ ہے کہ بیک وقت دی ہوئی طلاقیں خواہ تین ہی کیوں نہ ہوں مغلظ نہیں ہوں گی اور عملاً ان کی تاثیر ایک ہی طلاق کی ہو گی۔ بلاشبہ یہ چیز بعض فقہی مذاہب کے نزدیک درست ہے لیکن حنفی مذہب کے خلاف ہے۔ حنفی مذہب میں اگر تین طلاق بیک وقت دی گئی ہوں تو اس سے طلاق مغلظ واقع ہو جاتی ہے اور مطلقہ عورت سے اس کا سابق شوہر نہ تو مدت عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے اور نہ عدت گزر جانے کے بعد اس کے ساتھ پھر نکاح کر سکتا ہے جب تک کہ اس کی تحلیل نہ ہو جائے۔ اس ملک کے باشندوں کی عظیم اکثریت حنفی ہے۔ ان حنفی باشندوں کو جو اعتماد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور مذہب حنفی کے ائمہ و فقہا کے علم و تقویٰ پر ہے وہ اعتماد آج کل کے قانون سازوں پر نہیں ہے اور نہیں ہو سکتا۔ اس قانون سازی کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ ان کے عقیدے اور قانون رائج الوقت کے درمیان اختلاف واقع ہو جائے گا اور اس سے ان کی معاشرتی زندگی میں بڑی پیچیدگیاں رونما ہوں گی۔ مثال کے طور پر ایک شوہر اگر اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق دینے کے بعد اس سے رجوع کر لے تو اس کی حنفی بیوی اور اس کا خاندان اس رجوع کو جائز تسلیم نہیں کریں گے۔ بیوی نہ شوہر سے آزاد ہو کر دوسرا نکاح کر سکے گی کیونکہ قانون اس میں مانع ہو گا اور نہ اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کر سکے گی کیونکہ اس کے عقیدے کی رو سے یہ زنا کا ارتکاب ہو گا کیا اس پیچیدگی کو آپ کا کوئی قانون رفع کر سکتا ہے؟ کیا آپ کے قوانین یہ طاقت رکھتے ہیں کہ لوگوں کے عقائد تبدیل کر سکیں۔[٦]

مسلم عائلی قانون کی دفعہ نمبر ۷ کے بارے میں فیڈرل شریعت کورٹ کا مؤقف درج ذیل ہے۔ قانون کی دفعہ ۷ کی اصل روح اسلامی معاشرے میں غیر اخلاقی عناصر اور استحصال کا سد باب کرنا ہے۔ جیسا کہ شریعت اسلامیہ کا مزاج ہے کہ زوجین کے مابین معاملات کی درستگی کے لئے اقدامات کئے جائیں۔ اس پوری دفعہ کو غیر اسلامی نہیں کہا جا سکتا۔ تاہم عدالت اس کی ذیلی دفعات (۳) اور (۵) کو اسلامی تعلیمات کے مطابق تصور نہیں کرتی۔[۷]

ڈاکٹر طاہر منصوری مسلم عائلی قوانین ی دفعہ ۷ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: طلاق کا آرڈیننس کی دفعہ ۷ کے مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر، اسلامی قانون کے مطابق نہیں ہے:

عدت کی مدت، مختلف حالات کے لئے مختلف ہے، جب کہ اس حصے میں تمام صورتوں کے یکساں عدت کا اصول بنایا گیا ہے۔

. عدت کا شمار طلاق دینے کے دن سے نہیں کیا گیا بلکہ اس کا شمار چیئرمین کو نوٹس کی وصولی کے دن سے کیا گیا ہے۔[۸]

فیڈرل شریعت کورٹ نے اپنے ایک فیصلے میں قانون کی دفعات میں مزید اضافہ کیا ہے اور کچھ میں ترمیم بھی کی ہے

کورٹ نے یہ فیصلہ پیش آنے والے فیصلوں کی روشنی میں کیا ہے۔ اپنے پیش کئے جانے فیصلہ میں انہوں نے ان مقدمات کے حوالہ جات بھی دیئے ہیں جن کی بنیاد پر یہ ترامیم کرنے کی ضرورت پڑی۔ فیصلہ میں کہا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو زبانی طلاق دیتا ہے تو طلاق دینے کے ساتھ ۳۰ دن کے اندر یونین کونسل کے چیئرمین اور عورت کو طلاق کا نوٹس بھجوانے کا پابند ہوگا۔[۹] (تفصیلات کے لئے حوالہ کا متن ملاحظہ کریں)

ڈاکٹر محمد منیر اس بارے میں لکھتے ہیں:

مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۵ء کے تحت ایک ہی دفعہ میں تین طلاقوں کا طریقہ کار کو ختم کیا گیا ہے۔ سیکشن ۷ کی ذیلی دفعات واضح طور پر اسلامی قانون سے متصادم ہیں۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کی بھی دفعہ ۷ کی تعبیر و تشریح میں تسلسل نہیں ہے۔ خاص طور پر جو معاملات یونین کونسل کے چیئرمین کو طلاق کے نوٹس دینے کی ناکامی سے متعلقہیں۔[۱۰]

مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کی دفعہ نمبر ۷ کی شقوں کو سامنے رکھا جائے تو یہ قانون شریعت اسلامیہ سے متصادم ہے۔ اس سلسلے میں پہلا اعتراض کو دور کرنے لئے یہ اقدام کیا جاسکتا ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو عورت اس بارے میں یونین کونسل کو ۷ یوم تک مطلع کردے اور بیان حلفی جمع کروائے اس دوران اگر شوہر نے نوٹس طلاق بھیج دیا تو درست ورنہ یونین کونسل کے چیئرمین کو عورت کی جانب سے دیئے گئے بیان حلفی کی صورت میں شوہر کو طلب کرنے کا اختیار دیا جائے اور اس سے اس بابت استفسار کیا جائے اگر شوہر اس بات کا اقرار کرلے تو پھر اس نے جتنی طلاقیں دینے کی نیت کی تھی اتنی ہی مان لی جائے اور عدت کا شمار طلاق دینے والے دن سے کیا جائے۔ اگر تین طلاق دی ہیں تو ایسی صورت میں عدت پوری ہونے کے بعد طلاق کو رجسٹر کرلیا جائے اور طلاق کا نوٹس جاری کیا جائے۔

طلاق کے سلسلے میں یہ بات بھی مدنظر رکھی جائے نبی کریم ﷺ کے عہد میں جب ایک صحابی نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دی دو تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کی اس سے تمھاری کیا مراد تھی انہوں نے کہا کہ ایک تو آپ ﷺ نے ایسی کو برقرار رکھا۔ لیکن ہم دیکھتے کہ اس دور میں آپ ﷺ نے جو تزکیہ و تطہیر صحابہ کرام ﷺ اور معاشرے کی کردی تھی اس میں دیانتا اس بات کا تصور نہیں تھا کہ کوئی اپنے ذاتی معاملے میں خواہشات نفسانی کی پیروی کرے لگا ان کی جو نیت تھی انہوں نے بیان کردی لہٰذا آج بھی اگر کوئی شخص ایک مجلس میں تین طلاقیں دیتا ہے تو اس سے حلف لے لیا جائے اور اس کی نیت پوچھ لی جائے جو اس کی نیت ہو اس پر فیصلہ کیا جائے۔ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کیا جائے کیونکہ نیتوں کا حال تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ نیز اگر ہم تین ہی قرار دے دیتے ہیں تو پھر جب گھر اور بچوں کی بربادی مرد کے سامنے آتی ہے تو ایسے میں وہ یا تو اپنا فقہی مسلک بدل لیتا ہے اور جہاں اسے کوئی گنجائش ملتی ہے اسے اختیار کرلیتا ہے یا پھر حلالہ کی صورت اختیار کی جاتی ہے جو کہ فی نفسہ ایک بہت بڑی برائی ہے۔

دوسرا اعتراض عورتوں کی عدت کے حوالے سے ہے اس ضمن میں مختلف مطلقہ عورتوں کی جو عدت بیان قرآن وسنت سے ثابت ہے اس پر عمل کیا جائے۔

طلاق کی تین اقسام ہیں اور فقہاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ ایک طلاق دینا احسن ہے۔ طلاق بدعی یا طلاق مغلظہ کی ہمیشہ ہی تشنیع کی جاتی ہے جیسا کہ گزشتہ باب میں اسلام کے نظام طلاق اور طلاق ثلاثہ کے بارے میں دلائل کا جائزہ لیتے ہوئے یہ

بات تجویز کی گئی ہے کہ ہمیں اپنے معاشرتی حالات ضروریات و حاجات کو بھی مد نظر رکھنا چاہئیےاور اس حوالے سے حنفی علماء کرام کی آرا بھی بیان کی گئیں کہ عصری تناظر میں اس مسئلہ کا حل تلاش کیا جائے۔چنانچہ اگر یہ بات مد نظر رکھی جائے کہ طلاق دی ہی طلاق احسن جائے تاکہ بہت سے مسائل حل ہو سکیں۔اور شریعت کے تقاضے بھی پورے ہو سکیں۔

محمد منیر صاحب مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء میں موجود طلاق کے طریقہ کار کے بارے میں لکھتے ہیں:

مسلم عائلی قانون کی دفعہ ۷ پاکستان میں اعلی عدلیہ کے ساتھ ساتھ علمی حلقوں میں شدید بحث و مباحثہ کا موضوع رہا ہے۔ جیساکہ اس دفعہ میں بیان کردہ طریقہ کار کے بارے میں کچھ مصنفین نے نشاندہی کی ہے۔اس قانون کی وجہ سے ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں یاطلاق بدعت ختم ہو گئی ہیں۔جوایک درست بات معلوم ہوتی ہے۔[۱۱]

انڈیا کی ہائی کورٹ نے بھی طلاق ثلاثہ کے بارے میں طلاق احسن ہی کے طریقے کو اختیار کیا ہے۔[۱۲]

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان نے بھی طلاق دینے کے لئے طلاق احسن ہی کا طریقہ تجویز فرمایا ہے۔اگر ان سفارشات کو مد نظر رکھا جائے تو بہت سے معاشرتی مسائل و شرعی مسائل کا حل ممکن ہو سکتا ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے سابق چئیرمین مولانا محمد خان شیرانی نے اپنی سفارشات میں کہا کہ:

بیک وقت اکھٹی تین طلاقیں دینا غیر اسلامی اور شریعت کے منافی ہے اور ایک خاوند کی جانب سے بیک وقت بیوی کو تین طلاقیں دینے کو قابل تعزیر سمجھا جائے گا۔انہوں نے کہا شریعت میں طے شدہ طریق کار کے مطابق ایک خاوند اپنی بیوی کو ایک وقت میں ایک ہی طلاق دے سکتا ہے۔ایک طلاق کے بعد خاوند کواپنی بیوی سے رجوع کا حق حاصل ہے دوسری طلاق کے بعد وہ دونوں میاں بیوی نکاح کے بعد اکٹھے رہ سکتے ہیں۔لیکن تیسری طلاق کے بعد وہ کسی صورت اکٹھے نہیں رہ سکتے۔اس صورت میں اب وہ عورت اپنے سابقہ خاوند سے براہ راست نکاح نہیں کر سکتی ہے۔پہلے اس کا کسی مرد سے نکاح ہو گا وہ اگر اس کو طلاق دے دیتا ہے تو پھر وہ اپنے خاوند کے عقد میں آسکے گی شریعت میں اس عمل کو حلالہ کہتے ہیں۔

اپنی ان سفارشات میں انہوں نے تین طلاقیں دینے والے خاوند کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل کی جانب سے قید یاجرمانے کی صورت میں کوئی سزا تجویز نہیں کی ہے بلکہ اس کو متعلقہ عدالتوں پر چھوڑ دیا ہے وہ جو چاہیں سزا دے سکتی ہیں۔[۱۳]

مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۷ میں اگر ان سفارشات کی روشنی میں ترمیم کی جائے تو علماء کرام کا اعتراض کافی حد تک ختم کیا جاسکتا ہے۔

طلاق میاں بیوی کا باہمی معاملہ ہے لیکن اس کے اثرات بہت دورس ہوتے ہیں جو نہ صرف فریقین بلکہ ان کے خاندانوں، بچوں سے ہوتے ہوئے بالواسطہ طور پر معاشرے پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔چنانچہ نکاح وطلاق کے عدم اندراج کی صورت میں بھی بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔عدالتوں میں بہت سے ایسے کیسز قابل سماعت ہیں جہاں نکاح یا طلاق کا اندراج نہ ہونے کی صورت میں مردوں، عورتوں اور بچوں کو بہت سے مسائل کاسامنا کرنا پڑ رہا ہے اگر طلاق کا اندراج نہ ہو اور اس کے بارے میں کوئی تحریری ثبوت بھی نہ تو پھر عورت اپنا اور اپنے بچوں کا نان و نفقہ، جائیداد میں حصہ لینے کے لئے مقدمات دائر کر سکتی ہے اسی طرح مرد زبانی طلاق دینے کے بعد اگر اس کا اندراج نہیں کرواتا اور عورت طلاق ملنے کے بعد دوسری شادی کر لیتی ہے تو اس پر حدود زنا کے مقدمات اس کے سابقہ شوہر کی جانب سے قائم کئے جاتے ہیں لہٰذا نکاح وطلاق دونوں کا اندراج

لازم قرار دیا جائے۔ اور یونین کونسل کو طلاق کے بارے میں آگاہ کرنا میاں اور بیوی دونوں کی ذمہ داری قرار دی جائے کیونکہ اس سے دونوں کے حقوق متاثر ہوتے ہیں۔

جہاں تک یونین کونسل کے چیئرمین کا مصالحت کا کردار ادا کرنا ہے تو یہ ایک بہتر کوشش ہے کیونکہ بعض اوقات زوجین کی جانب سے حکم جب کسی خاندانی تنازعہ میں باہمی گفتگو کرتے ہیں تو ان میں زوجین کے اختلافات کی وجہ سے انا پسندی اور تعصب بھی بڑھ جاتا ہے۔ بیشتر معاملات میں زوجین میں موجود اختلاف کسی نہ کسی خاندانی معاملے یا پسند و ناپسند یا کسی خاندانی رسم ورواج کے باعث بھی ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ فریقین کی جانب سے جو لوگ ثالثی کروانے آئیں وہ اتنی بصیرت اور معاملہ فہمی کے مالک ہوں جو معاملات کو سلجھانے اور بہتر کرنے میں اپنا غیر جانبدارانہ کردار ادا کرسکیں۔ مثلاً اگر فریقین میں تنازعہ وٹہ سٹہ کی شادی کی صورت میں پیدا ہوا ہے تو ایسے میں طلاق کے تنازعہ میں اگر ایک فریق نے طلاق دی ہے تو دوسرے کو بھی طلاق دینے پر مجبور کیا جاتا ہے اس پر خاندانی دباؤ بہت سے حالات میں دونوں خاندانوں کی جانب سے ہوتا ہے۔ ایسے میں دونوں خاندانوں کی جانب سے کئی گئی ثالثی کی کوشش ممکن ہے کہ ہو ہی نہ اور اگر ہو تو وہ بھی اتنی موثر ثابت نہ ہو کیونکہ زوجین میں تنازعہ کے ساتھ ساتھ یہ معاملہ خاندانی تنازعہ بھی بن جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ "[۱۴]

ایسے میں کسی تیسرے شخص کی جانب سے معاملات کو سلجھانے کا طریقہ کار خاندانی مصالحت سے زیادہ مؤثر ہو سکتا ہے کیونکہ وہ غیر جانبدار ہوگا۔ فریقین میں مصالحت کروانے کے لئے یونین کونسل کی تنظیم کرتے وقت درج ذیل پہلو بھی مدنظر رکھ لئے جائیں تو امید ہے کہ یونین کونسل زیادہ موثر کردار ادا کرسکتی ہے۔

یونین کونسل کے چیئرمین کو ثالثی کروانے کے ساتھ فریقین کو باہمی حقوق و فرائض کے بارے میں آگاہی دینے چاہیے اگر ایسا اقدام کرنے سے گھر اور رشتے بچ جائے تو اس سے بہتر کوئی بات نہیں کیونکہ گھر بچانے کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ اس بات کی فکر کہ خاندانی معاملات کے بارے میں دوسرے لوگ آگاہ ہوں گے اور زوجین کے باہمی معاملات لوگوں کے سامنے آئیں گے۔ بلکہ اس سلسلے میں ایک تجویز تو یہ بھی ہے کہ اس یونین کونسل کے چیئرمین کی سربراہی میں مصالحتی کمیٹی قائم کی جائے جس میں ایک سائیکاٹرسٹ، جامع مسجد کا خطیب جس کا تقرر گورنمنٹ کی جانب سے ہو اور جو اچھا فہم وادراک رہتے ہو ،ایک سرکاری وکیل بھی اور فریقین کے نمائندے یا خود فریقین شامل ہو کیونکہ وہ معاملے کے تمام پہلوؤں کا باریک بینی سے تجزیہ کریں گے اور فریقین کو علیحدگی کے نقصانات، مفاسد اور بچوں پر پڑے والے اثرات کے بارے میں آگاہ کریں گے ممکن ہے کہ ایسے اقدامات سے شرح طلاق کم ہو جائے گی۔

حافظ شعیب احمد مصالحتی کمیٹی کے قیام کو عصری معاشرتی صورتحال میں ناگزیر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

عرب معاشرے میں قبائلی نظام تھا اور ہر شخص کی مدد واعانت کے لئے اس کا پورا قبیلہ مشکل وقت میں اس کی پشت پر کھڑا ہوتا تھا۔ یہی باعث ثواب ہے کہ رسول کائنات ﷺ کا قبیلہ باوجود مسلمان نہ ہونے کے آپ ﷺ کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور ہوا۔ ایسے ہی حالات میں اللہ رب العالمین نے زوجین میں جھگڑا ہو جانے اور باہم از خود صلح کی کوئی صورت نہ

بن جانے پر یہ حکم دیا کہ زوجین کے خاندان و قبائل سے ایک ایک (سمجھدار اور دانا) شخص آگے آئیں اور دونوں میں صلح و صفائی کی کوشش باہمی افہام و تفہیم کی کوشش کریں۔ یہ حکم یقینا قبائلی زندگی میں مؤثر اور قابل عمل تھا۔ مگر اس سلسلے میں یہ ملحوظ رہے کہ اگر قبائلی دور میں بھی زوجین کے خاندانوں سے افراد صلح کی غرض سے آگے نہ آئیں تو یقینا شرعی طور پر اس میں کوئی قباحت اور حرج نہ ہوگا اگر کسی تیسرے یا چوتھے خاندان کے دو یا دو سے زائد افراد آکر صلح کرادیں۔ اس لئے کہ شریعت کا اصل مقصود زوجین میں صلح کروانا ہے۔ غالبا زوجین کے خاندانوں کو ترجیحا صلح کروانے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ زوجین سے قرابت کی بناء پر ان کا حق زیادہ بنتا ہے نیز ان کی کوشش کے مؤثر ہونے کے امکانات زیادہ ہیں۔

مگر نہایت افسوس سے یہ لکھنا پڑ رہا ہے کہ عصر حاضر میں بعض معاشروں میں تو خاندانی نظام تقریبا ٹوٹ چکا ہے۔ اور بعض معاشروں میں شاید ٹوٹنے کے قریب ہی ہے۔ کیونکہ ان میں بھی خاندانی بندھن کم از کم کمزور پڑ چکے ہیں لہٰذا ایسے حالات میں اگر صلح کروانے کی ذمہ داری گلی محلے کی مصالحتی کمیٹی، کوئی ویلفئیر تنظیم، کونسلرز، ناظم یا پنچائیت وغیرہ سرانجام دے تو شرعا اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔ لیکن اس سے یہ بات یقینا کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ قرآن مجید اور احادیث کے نصوص کے اطلاق میں بدلتے ہوئے حالات و ظروف کا اعتبار انتہائی لازمی ہے وگرنہ اس کے بغیر نصوص کے تقاضے کماحقہ ادا نہ ہو سکیں گے[۱۵]

تفویض طلاق دفعہ ۸:

اس دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ : اگر طلاق دینے کا حق جائز طور پر بیوی کو تفویض کر دیا گیا ہو اور وہ ایسے حق استعمال کرنا چاہے یا نکاح کے فریقین میں سے کوئی فریق طلاق کے سوا دوسری صورت میں نکاح کو تنسیخ کرنا چاہے تو دفعہ (۷) کے احکام مناسب تبدیلیوں کے ساتھ جہاں تک قابل اطلاق ہوں، اطلاق پذیر ہوں گے۔

اس دفعہ میں ایک اور قسم کی طلاق کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا ہے جسے طلاق تفویض سے موسوم کیا جاتا ہے یعنی کہ طلاق کا حق بیوی یا تیسرے شخص کو تفویض کیا جاتا ہے خواہ مطلق طور پر ہو یا شرائط کے ساتھ اور خواہ عارضی مدت کے لئے یا مستقل طور پر اور اس امر کا بھی اہتمام ہے کہ دفعہ (۷) میں مذکورہ طلاق کے طریقہ کار پر عمل درآمد کیا جائے۔[۱۶]

شوہر بلا مرضی زوجہ حق طلاق استعمال میں لاسکتا ہے کیونکہ بنیادی طور اس کا حق ہے مگر وہ مجاز ہے کہ قبل یا بعد نکاح یہ اختیار بیوی کو یا کسی تیسرے فرد کو غیر مشروط پر اور کسی مدت کی تعیین کیے بغیر یا مخصوص مدت کے لیے اور کسی خاص واقعہ کے ظہور پذیر ہونے کی صورت میں سپرد کردے، اس اختیار کی سپردگی کو شرع اسلامی میں تفویض کہتے ہیں۔ تفویض کے بعد بیوی کو یا اس شخص کو جس کو اختیار تفویض کیا گیا ہو، حق ہوتا ہے کہ وہ شرائط کی رعایت رکھتے ہوئے مخصوص حالات کے پیش آنے یا خاص واقعہ کے رونما ہونے کی صورت میں اپنے اختیار کو بروئے کار لاکر اپنے اوپر طلاق واقع کردے۔ یہ طلاق اسی طرح موثر ہوتی ہے کہ گویا شوہر نے خود دی ہو اور اس قسم کا اختیار سونپ دینے کے بعد اسے کام میں لانا یا نہ لانا عورت کا اختیاری عمل ہوتا ہے اور اگر شوہر چاہے کہ اسے منسوخ کردے تو وہ اس کا مجاز نہیں ہوتا۔

شرع اسلام میں اس عطائے اختیار کی ممکنہ تین صورتیں ہیں:

اختیار: شوہر بیوی سے کہے کہ تو انتخاب کرلے یا اپنے اوپر طلاق واقع کردے۔

امر بالید: شوہر بیوی سے کہے کہ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔
مشیت: جس میں شوہر کہتا ہے کہ اگر تو چاہتی ہے تو اپنے آپ کو طلاق دے دے۔[۱۷]

تفویض طلاق کے ضمن میں علماء کرام نے اعتراضات نہیں کئے ہیں اور مسلم فیملی لاء آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی اس دفعہ کو شریعت اسلامیہ کے متصادم قرار نہیں دیا ہے۔

ڈاکٹر محمد طاہر منصوری اس بارے میں لکھتے ہیں:

سیکشن ۸ اسلامی تعلیمات کے مخالف نہیں ہے تمام بڑے فقہی مسالک طلاق تفویض کے نظریے کو تسلیم کرتے ہیں۔ جیسے ایک شوہر بیوی کو عقد نکاح کے وقت طلاق کا حق تفویض کر دے اور عورت اس پر عملدرآمد معاہدے کی شرائط کے مطابق کرے گی۔[۱۸]

حیلہ ناجزہ میں مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تفویض طلاق کے متعلق حنفی آراء کا جائزہ لیا ہے کہ ایسا کرنا کس صورت میں جائز ہے اور اس میں کن شروط کا التزام کیا جاسکتا ہے۔[۱۹]

شوہر کے طلاق دینے یا شوہر کے دیے ہوئے اختیار کو بروئے کار لا کر اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کے علاوہ شریعت میں بسااوقات عدالت فیصلہ سے بھی نکاح منسوخ ہو جاتا ہے جسے فرقت، افتراق، فسخ، انفساخ یا تنسیخ سے تعبیر کرتے ہیں، اگر فرقت کا سبب شوہر کا کوئی عمل ہے تو اس کا اثر طلاق کا سا ہوتا ہے۔ برخلاف اگر عدالتی فیصلہ کی بنیاد عورت کا کوئی عمل ہے تو اس کا نتیجہ فسخ کا ہوتا ہے، دونوں صورتوں کا فرق زیادہ تر مہر، عدت اور عدد طلاق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسے عورت کا حق تنسیخ نکاح کہتے ہیں۔

پاکستان میں مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کے علاوہ برعظیم پاک وہند میں مسلمان میاں اور بیوی کے درمیان کسی ناگزیر صورتحال میں رشتہ نکاح کو ختم کرنے کے لئے ایک قانون بنایا گیا اس قانون کو قانون انفساخ ازدواج مسلمان مجریہ ۱۹۳۹ء کا نام دیا گیا ہے۔

اور آج بھی ہماری عائلی عدالتیں اس قانون پر عمل کر کے زوجین کے درمیان رشتہ نکاح کو فسخ قرار دیتی ہیں۔

قانون انفساخ ازدواج مسلمان مجریہ ۱۹۳۹ء:

اس قانون کی شق نمبر ۲ میں ان وجوہات یا بنیادوں کو بیان کیا گیا ہے جن میں سے کسی ایک یا ایک سے زائد کی بنیاد پر عدالت مسلم قانون کے تحت شادی کرنے والی عورت تنسیخ نکاح کی عدالت سے ڈگری حاصل کر سکتی ہے اور اس قانون میں بیان کی جانے والی وجوہات کی بنیاد پر حاصل کی جانے والی تنسیخ نکاح کی ڈگری سے ملنے کی صورت میں عورت (بیوی) حق مہر کی حقدار رہتی ہے اور اگر اس کو حق مہر ادا نہ کیا گیا ہو تو وہ بذریعہ عدالت حق مہر وصول کر سکتی ہے یا پھر تنسیخ نکاح کے دعوی میں ہی حق مہر کی وصولی کی درخواست کر سکتی ہے۔[۲۰]

تنسیخ نکاح کی وجوہات:

۱۔ خاوند چار سال سے لاپتہ ہو۔ (دفعہ ۳۲۴)
۲۔ خاوند ادائیگی نفقہ سے غفلت کی ہو یا دو سال سے نان ونفقہ ادا نہ کیا ہو۔ (دفعہ ۳۲۵)

(الف)۔ شوہر نے ثالثی کونسل سے اجازت نامہ حاصل کئے بغیر دوسری شادی کر لی ہو۔
۳۔ شوہر کو سات سال یا زیادہ کی سزا ہو گئی ہو۔ (دفعہ ۳۲۶)
۴۔ بغیر کسی وجہ کے تین سال تک ازدواجی ذمہ داری پوری نہ کرنا۔ (دفعہ ۳۲۷)
۵۔ شوہر کا نامرد ہونا۔ (دفعہ ۳۲۸)
۶۔ شوہر کا دو سال سے ذہنی توازن کھو بیٹھنا یا شدید مرض میں مبتلا ہو جانا۔ (دفعہ ۳۲۹)
۷۔ سولہ سال کی عمر سے پہلے لڑکی کی شادی اس کے والد یا کسی اور سرپرست نے کی ہو تو وہ ۱۸ سال کی ہونے سے پہلے اس بنیاد پر تنسیخ نکاح کا حق رکھتی ہے بشرطیکہ رخصتی نہ ہوئی ہو اسے خیار بلوغ بھی کہا جاتا ہے۔ (دفعہ ۳۰۹، ۲۷۳)
۸۔ خاوند ظالمانہ سلوک اختیار کرے۔ (دفعہ ۳۳۱)
۹۔ کوئی اور وجہ جسے اسلامی قانون تسلیم کرے (دفعہ ۳۳۲)[۲۱]

تنسیخ نکاح اور دیگر اقسام طلاق میں فرق:

طلاق مرد بغیر وجہ بیان کئے عورت کو دے سکتا ہے اور خلع میں عورت بغیر کوئی خصوصی وجہ بتائے خلع لے سکتی ہے جبکہ فسخ نکاح میں وجوہات بیان کی جاتی ہیں جن کی بنیاد پر فسخ نکاح کی ڈگری طلب کرتی ہے اس میں عورت کے لئے ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ زوجین کے درمیان ایک ساتھ رہنا ناممکن ہو جاتا ہے تنسیخ نکاح کی ڈگری دینے سے پہلے عدالت پوری تسلی کرتی ہے کہ کیا واقعی وہ ساری وجوہات کے درمیان ایک ساتھ رہنا ناممکن ہو جاتا ہے تنسیخ نکاح کی ڈگری دینے سے پہلے عدالت پوری تسلی کرتی ہے کیا واقعی وہ ساری وجوہات ہیں جن کی بنیاد پر عورت نے نکاح فسخ نکاح کی ڈگری طلب کی ہے اور اگر وجوہات ثابت ہو جائیں تو پھر عورت کو حق مہر واپس نہیں کرنا پڑتا۔ اور وہ مہر کی حقدار قرار پاتی ہے۔[۲۲]

قرآن وسنت کی رو سے کوئی انسان دوسری کسی بھی مخلوق کو ایذاء دینے کا مجاز نہیں۔ عورت کو بیوی بنا کر نہ رکھنا اور طلاق دے کر بھی نہ چھوڑنا ظلم ہے، جس کی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں۔ اسلام کیا دنیا کے کسی بھی مذہب میں اس کی ہرگز اجازت نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا خاتمہ حکومت ہی کر سکتی ہے۔ لہٰذا قاضی یا عدالت کے پاس جیسے ہر مظلوم دادرسی کے لئے رجوع کر سکتا ہے، اسی طرح ایسی مظلومہ بھی عدالت کے ذریعہ اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا خاتمہ کروا سکتی ہے چونکہ عدالتی فیصلہ حکومتی فیصلہ ہے۔ جس پر عملدرآمد کروانا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ عدالت کا بھی یہ کام ہے کہ جو عورت دادرسی کے لئے اس کی طرف رجوع کرے، یہ تمام حالات و کوائف کی چھان پھٹک کرے، منصفانہ و غیر جانبدارانہ تحقیقات سے خاوند کا ظلم ثابت ہو، یا وہ بیوی کے حقوق پورے نہ کرے یا نہ کر سکے اور قاضی عادل کو اطمینان ہو کہ جائز ہے بلکہ ضروری ہے تاکہ ظلم ختم ہو۔ یہ تنسیخ عدالت طلاق بائن ہو گی۔ نکاح فوراً ٹوٹ جائے گا۔

فسخ نکاح کے حوالے سے فقہاء کرام و علماء کرام میں کوئی اختلاف نہیں ہے وہ اس کے جواز کے قائل ہیں نیز اس حوالے سے جن وجوہات کی بنیاد پر خلع حاصل کیا جا سکتا ہے اس پر بھی ان کا اتفاق ہے۔ ان تمام وجوہات اور شرائط کا بیان کیا گیا ہے مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس حوالے س ے اپنی کتاب حیلہ ناجزہ میں یعنی عورتوں کا حق تنسیخ نکاح میں بیان کیا گیا ہے۔[۲۳]

پاکستان میں قانون انفساخ ازدواج مسلمان مجریہ ۱۹۳۹ء کے تحت بیان کی گئی وجوہات میں ایک اور وجہ کا اضافہ کیا گیا

کہ اس میں گھریلو تشدد کی بناء پر بھی عورت تنسیخ نکاح کرواسکتی ہے۔ یہ ترمیم ۲۰۰۰۲ء میں کی گئی۔ اس سے پہلے گھریلو تشدد سے متعلق مقدمات فیملی کورٹس میں زیر سماعت آتے تھے اور اس کی بنیاد پر عورتیں اپنا نکاح تنسیخ نکاح کا حق استعمال کرتی تھیں لیکن اس ترمیم کے ذریعے اب نکاح کی تنسیخ کے ساتھ عورت اس تشدد کے بارے میں کریمنل کورٹس میں بھی مقدمات دائر کرسکتی ہے۔[۲۴]

پاکستان کی عدالتوں میں مقدمات کے زیادہ تر فیصلے فسخ نکاح ہی پر کئے جاتے ہیں۔ عائلی عدالتوں میں عورت کی جانب سے رشتہ نکاح کو ختم کرنے کے مقدمات فسخ نکاح کے علاوہ خلع کی بنیاد پر بھی قائم کئے جاتے ہیں جس میں عدالتیں فریقین کے بیانات کی روشنی میں جائزہ لے کر مقدمہ کا فیصلہ کرتی ہیں۔

قانون خلع میں ترمیم:

اکتوبر ۲۰۰۲ء میں عائلی عدالتوں کے قانون میں ترمیم ۲۵ کی گئی جس میں بیوی کی طرف سے خلع کا دعویٰ کا طریقہ کار مختصر کچھ یوں ہے۔ بیوی کے خلع کی بنیاد پر تنسیخ نکاح کے دعویٰ میں خاوند حقوق زن آشوئی کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ اسی طرح خاوند اگر حقوق زن آشوئی کا دعویٰ دائر کرے تو بیوی جواب میں دعویٰ میں خلع کا دعویٰ کرسکتی ہے۔ بیوی کو خلع کے لئے کوئی خصوصی وجوہات نہیں بیان کرنا ہوتیں۔

قانون میں ترمیم کے بعد اب خلع کے مقدمہ میں پہلے کی طرح سماعت مقدمہ نہیں ہوتی۔ عدالت کو بعد از جواب دعویٰ فریقین کے مابین صلح کروانے کی کوشش کرنا ہوتی ہے۔ اگر فریقین میں صلح نہ ہوسکے تو عدالت بیوی کو خلع کی بنیاد پر تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کرتی ہے اور خاوند کو بیوی ادا کیا ہوا حق مہر واپس لوٹاتی ہے۔ اگر حق مہر ادا نہ کیا گیا ہو تو بیوی کو حق مہر سے دستبردار ہونا پڑتا ہے۔

عدالت کو بیوی کو ڈگری جاری کرنا ہوتی ہے اور خاوند کی طرف سے بیوی کو ادا شدہ حق مہر کی مقدار متعین کر کے اسے بیوی سے خاوند کو واپس کروانا ہوتا ہے۔[۲۶]

خلع سے متعلق عائلی عدالت کے طریقہ کار میں قانون میں ترمیم کے بعد پشاور ہائی کورٹ کے تین رکنی فل بنچ نے ایک مقدمہ میں بیوی کی طرف سے خلع کی بنیاد پر تنسیخ نکاح کے دعویٰ اور اس دعویٰ میں جس میں اس نے خلع کے علاوہ دیگر بنیادوں پر بھی تنسیخ نکاح کی استدعا کی ہو عائلی عدالت کے لئے طریقہ کار کی وضاحت کی۔ عدالت نے قرار دیا کہ اگر بیوی کے دعویٰ میں تنسیخ نکاح کی استدعا ہو تو اس صورت میں عائلی عدالت، عائلی عدالتوں کے قانون ۱۹۶۴ء کی شقوں ۹ اور ۱۰ میں اضافہ شدہ فقرے شرطیہ کے تحت تنسیخ نکاح کرسکتی ہے اور بیوی خاوند سے جو حق مہر حاصل کرچکی ہو اسے خاوند کو لوٹا سکتی ہے لیکن اگر بیوی کا دعویٰ تنسیخ نکاح کچھ اور بنیادوں پر بھی ہو جیسا کہ ظالمانہ رویہ وغیرہ تو اس صورت میں عدالت مقدمہ میں قانون کے مطابق شہادت حاصل کرتے ہوئے یہ طے کرنے کے لئے کاروائی کرے گی کہ کونسا فریق قصوروار ہے اور کونسا حقدار ہے۔ عدالت نے اس فیصلے کی نقل راہنمائی کے لئے صوبہ میں تمام ڈسٹرکٹ ججوں اور عائلی عدالتوں کو بھیجنے کا حکم دیا۔[۲۷]

پاکستان میں عائلی عدالتی صورتحال اور مقدمات خلع و تنسیخ نکاح:

ہماری عدالتوں میں جو مقدمات دائر کئے جاتے ہیں ان کے فیصلوں میں خلع اور فسخ نکاح کے مابین فرق نہیں کیا جاتا۔

اس حوالے سے علماء کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ علماء احناف کا مؤقف یہ ہے کہ عدالت تنسیخ نکاح تو کروانے کا حق رکھتی ہے لیکن خلع کا اختیار اسے حاصل نہیں ہے اور خلع زوجین کی باہمی رضامندی پر موقوف ہے۔ علماء کرام عدالتی خلع کو خلع نہیں مانتے ایسی خلع کو غیر شرعی قرار دیتے ہوئے اسے فسخ نکاح قرار دیتے ہیں۔ اس بارے میں فقہاء کے اقوال تفصیلا موجود ہیں۔ [۲۸]

جبکہ عدالتوں میں عورتیں اپنے شوہروں کے خلاف مقدمات درج کرواتیں ہیں اور جج کی طرف سے جو فیصلہ آتا ہے وہ خلع کا ہوتا ہے ،اسلام میں خلع کی بھی حقیقت ہے اور تنسیخِ نکاح کی بھی حقیقت ہے ،البتہ ان دونوں میں فرق ہے ، خلع کے لیے کسی سبب کی ضرورت نہیں، جبکہ تنسیخ کے لیے مخصوص اسباب ہیں جن کے بغیر جج تنسیخِ نکاح کا فیصلہ نہیں کر سکتا، نیز تنسیخ کے لیے شوہر کی رضامندی ضروری نہیں جبکہ خلع کے لیے شوہر کی رضامندی ضروری ہے، خلع اور فسخ نکاح کے باب میں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش یہ ہے کہ عدالتیں دونوں میں فرق کریں [۲۹]

عدالتی نظام میں تنسیخ نکاح کی وجوہات بیان کر کے عدالت سے خلع لیا جاتا ہے اس میں شوہر کی رضامندی کو بھی مد نظر نہیں رکھا جاتا اور نہ شوہر کی جانب سے دیئے جانے والے مہر اور دیگر جائیداد و تحائف واپس کئے جاتے ہیں اس لئے یہ سراسر شرعی احکامات سے متصادم ہیں۔ اور فاضل ججز شوہر کی رضامندی کے بغیر ہی خلع کی ڈگری جاری کر دیتے ہیں جو درست شرعی طریقہ نہیں. [۳۰]

عموماً خلع و طلاق کے کچھ مقدمات کے فیصلے یکطرفہ ہوتے ہیں اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ فریق مخالف مدعی کو تنگ کرنے ،ان سے انتقام لینے ،ان کے خاندان کی تذلیل کرنے اور عدالت میں خوار کرنے یا اپنی عزت اور خوف کی وجہ سے عدالت کا سامنا نہیں کرتا یا سمجھتا ہے کہ وہ عدالت چلا بھی جائے تو خلع کو روک نہیں سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مدعی اپنااور فریق مخالفت کا غلط پتہ تحریر کر کے مجاز عدالت کی بجائے کسی دوسری عدالت سے یکطرفہ فیصلہ اور من پسند یونین کونسل سے طلاق کنفرمیشن سرٹیفکیٹ حاصل کرلیتاہے۔ علماء کرام یک طرفہ عدالتی خلع کو تسلیم نہیں کرتے اور اگر عدالت یک طرفہ طور پر خلع کی ڈگری جاری کر بھی دے تب بھی وہ فتوی یہ دیتے ہیں کہ زوجین میں تفریق نہیں ہوئی۔ بہت سے مقدمات کا فیصلہ ہو جانے کے بعد اگر کچھ عرصہ کے بعد فریقین میں مصالحت ہو جائے تو وہ اس بارے میں فتوی لیتے ہیں کہ آیا یک طرفہ عدالتی فیصلے کے بعد بھی وہ میاں اور بیوی کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں یا نہیں ایسے میں انہیں فتوی دیا جاتا ہے کہ یک طرفہ طور پر عدالتی فیصلے کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ زوجین کے مابین رشتہ مناکحت قائم ہے۔

پنچائتی اور جرگہ کا نظام اصلاح طلب پہلو:

ہمارے ملک میں اکثر دیہاتوں اور علاقوں میں پنچائت اور جرگہ کا نظام بہت زیادہ مؤثر انداز میں چل رہا ہے۔ قبائلی وسرحدی علاقہ جات اور دیہات میں اکثر و بیشتر معاملات تنازعات کے تصفیے پنچائت اور جرگہ ہی کے ذریعے کئے جاتے ہیں۔ حتی کے لڑکے اور لڑکی کے رشتے اور ان کی طلاقوں وغیرہ کے مسائل بھی اسی نظام کے تحت ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے ضرورت اس امر کی ہے کہ پنچائت اور جرگہ کے نظام کو درست بنیادوں پر استوار کیا جائے۔ فیصلے کرتے ہوئے علاقائی رسوم ورواج سے زیادہ مصلحت پسندی، زوجین اور ان کے خاندانوں کی فلاح و بہبود کو مد نظر رکھا جائے۔

وٹہ سٹہ کی شادیوں میں بعض اوقات پنچائتیں یا جرگہ ایک فریق کی طلاق کی صورت میں دوسرے فریق کے لئے بھی طلاق کا فیصلہ دے دیتے ہیں۔ جس سے بیک وقت دو گھرانے بکھر جاتے ہیں۔ اسی طرح قتل، وجائیداد اور دیگر بہت سے معاملات و تنازعات کے فیصلے اسلامی تعلیمات کے مزاج اور روح سے یکسر بے نیاز ہو کر کئے جاتے ہیں جن سے بہت سے مفاسد جنم لیتے ہیں۔

پنچائتی یا جرگہ کا نظام اگرچہ فوری اور سستا انصاف فراہم کرنے اور خاندانی مسائل وتنازعات کے حل کے لئے بہترین نظام ہے لیکن شریعت اسلامیہ سے عدم واقفیت اور اسلامی تعلیمات کی روح سے آگاہ نہ ہونے کے سبب مسائل کو حل کرنے کی کوششیں اس حد تک کامیاب نہیں ہو سکتیں جب تک مسائل کے اسباب کا تدارک اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجویز نہ کیا جائے، نیز علاقائی منفی رسوم ورواج کو جواز بنا کر مسائل ومقدمات کا حل نہ کیا جائے بلکہ فقہی معاملات واحکامات کو مد نظر رکھتے ہوئے صورت حال بہتر بنانے کے لئے کوششیں کی جائیں۔

زوجین اور ان کے خاندانوں کے مابین تنازعات وطلاق کے مسائل کے تصفیے اور مطلقہ خاتون کو درپیش مسائل کے حل کے لئے پنچائت اور جرگہ فوری انصاف اور دادرسی کا ایک بہترین نظام ہے۔ اس نظام کو مؤثر بنانے سے مقدمات کے فیصلوں میں تاخیر، عدالتی چارہ جوئی کے دوران فریقین کا ایک دوسرے کو ایذا دینے اور انتقامی رویہ روا رکھنے، عورتوں کو حصول انصاف کے لئے دربدر کی ٹھوکریں کھانے اور مقدمات کے اخراجات سے کافی حد تک نجات حاصل ہو سکتی ہے، نیز اگر کسی معاملے کا فیصلہ ہو جانے کے بعد بھی فریقین کو ایک دوسرے سے شکایات ہوں تو تب بھی بلا حیل و حجت اور قانونی روک ٹوک کے بآسانی شکایات کا ازالہ کی صورت ممکن بنائی جاسکتی ہے۔ اس سلسلے میں یہ پہلو بھی مد نظر رہنا چاہیے کہ عموما عدالت میں گواہوں کا شہادت کے لئے پیش ہونا، وکلاء کا مقدمات کی پیروی کرنا، دونوں فریقین کا عدالت بار بار حاضر ہونا انتہائی دشوار ہوتا ہے۔ خصوصا خواتین کے حوالے اس میں تنگی اور حرج زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے۔ پنچائت اور جرگہ کے نظام کو مؤثر بنانے موجود خرابیوں کو دور کرنے کے کے لئے کوششیں کی جانی چاہیں۔ تاکہ خاندانی تنازعات اور مطلقہ خواتین کے سماجی و قانونی مسائل کے حل کے لئے فوری اور سستے انصاف کا حصول ممکن ہو سکے۔

پنچائت اور جرگہ کے نظام کو مؤثر بنانے کے لئے ضروری اقدامات واصلاحات کے ذریعے اس نظام کی خرابیوں کو دور کیا جاسکتا ہے۔ اس حوالے سے درج ذیل اقدامات تجویز کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ پنچائت کے ممبران میں ایک عالم دین یا مفتی اور ایک وکیل کو بھی شامل کیا جائے۔ اس طرح قانون اور شریعت کے احکام کے مطابق فیصلوں کو قابل عمل بنایا جاسکتا ہے۔

۲۔ علاقائی رسوم ورواج کو بنیاد بناتے ہوئے استحصال و ظلم وتشدد پر مبنی فیصلے نہ کئے جائیں۔

۳۔ بااثر جاگیردار، وڈیرے، نمبرداروں وغیرہ کے خلاف بھی فیصلے انصاف و حقائق کو ملحوظ کرتے ہوئے کئے جائیں۔ نیز انتقامی کاروائیوں سے گریز کیا جائے۔

۴۔ تنازعات کے فیصلوں میں صرف مردوں کی حاکمیت وبرتری قائم رکھنے کے لئے ہی یکطرفہ فیصلہ نہ کیا جائے بلکہ عورتوں کی شکایات کا ازالہ بھی کیا جائے اور ان کی دادرسی بھی عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے کی جائے۔ نیز علاقائی رسوم

ورواج کی بھینٹ چڑھانے سے گریز کیا جائے۔

پاکستان میں طلاق وخلع سے متعلق عدالتی طریقہ کار میں موجود سقم کی اصلاح کے لئے چند تجاویز وسفارشات درج ذیل ہیں:

تجاویز وسفارشات :

قوانین بنانے کی ضرورت تب پیش آتی ہے جب متعلقہ مسائل کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ ہورہا ہو، افراد معاشرہ میں سے اکثریت کے حقوق متاثر ہو رہے ہوں اور حالات عموم بلوی کی صورت اختیار کرتے جارہے ہوں۔ ایسے میں سماجی مسائل کے حل کے لئے قوانین وضع کرنا اور ان کا نفاذ ترغیبا و جبرا بنانا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ تاکہ سماجی انتشار و مسائل کا تدارک مستحکم بنیادوں پر کیا جاسکے۔ حقوق کا تحفظ یقینی طور پر ہوسکے اور جہاں حقوق کا استحصال ہو رہا ہو وہاں انصاف کا حصول ترجیحی بنیادوں پر مہیا کیا جاسکے۔ نیز انصاف کے حصول میں رکاوٹوں کو بھی موثر حکمت عملی و دیگر قانونی وانسدادی تدابیر کے ذریعے ختم کیا جاسکے۔

مطلقہ خواتین کے مسائل کے حل اور طلاق کی شرح کو کم کرنے کے لئے قانونی تجاویز وسفارشات درج ذیل ہیں۔

۱۔ مقدمات میں کوشش کی جائے کہ بلاوجہ کی طوالت اختیار نہ کریں۔

۲۔ یونین کونسل اور مصالحتی انجمنوں کو فعال کیا جائے۔

۳۔ مصالحتی انجمنوں کے ممبران کی تعلیمی و قانونی قابلیت کا بھی جائزہ لیا جائے۔ دیکھا جائے کہ وہ معاملات کو سمجھنے اور حل کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں یا نہیں۔ کوشش کی جائے کہ مصالحتی کمیٹی کے اراکین کو شرعی قوانین اور ملکی وعدالتی قوانین کا کافی حد تک علم ہو۔ اس حوالے سے انہیں پابند کیا جائے کہ اگر وہ خود علم نہیں رکھتے تو لازما شرعی و قانونی ماہرین کی خدمات حاصل کریں۔ ان سے متنازعہ امور سے متعلق مشاورت لیں۔

۴۔ مصالحتی انجمنوں میں خواتین کی جانب سے بھی ایک ممبر مقرر کی جائے، اسی طرح ایک عالم اور ایک وکیل کو بھی شامل کیا جائے تاکہ معاملات کو شریعت اور قانون کی روشنی میں بہتر انداز میں سلجھایا جاسکے۔

۵۔ عدالت میں مقدمہ دائر ہونے سے پہلے ضروری قرار دیا جائے کہ یونین کونسلیا مصالحتی انجمن اس تنازعہ کے حل کے لئے فریقین میں مصالحت یا معاملات کے حل کی کوشش کروائے۔ اس پلیٹ فارم پر ناکامی پر مقدمات عدالت میں دائر کئے جائیں۔ اس اقدام کا فائدہ یہ ہوگا کہ عدالت میں دائر مقدمات کی تعداد کم ہوگی۔

۶۔ مصالحتی کونسل یا یونین کونسل کی سطح پر عائلی معاملات کے حل میں خواتین کو کافی سہولت رہے گی۔ انہیں عدالتی طریقہ کار سے بھی نجات حاصل ہوگی اور معاشی بار بھی نہیں ہوگا، معاملات جلد حل ہوں گے۔ نیز بہت سی خواتین عدالت میں جاکر اپنے خانگی معاملات پر بحث کرتے ہوئے جھجھک محسوس کرتی ہیں اور مقدمات کی پیروی نہیں کرتیں۔ اس اقدام سے خواتین کے مسائل کافی حد تک کم ہوں گے۔

۷۔ عائلی عدالتوں کی ججز کی تعداد بڑھائی جائے نیز کوشش کی جائے کہ خواتین ججز کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔

۸۔ مصالحتی کونسل اور عدالت طلاق وخلع اور فسخ نکاح کے مقدمات میں مصالحت کے لئے جدید اسالیب متعارف کراوئے۔ ایک سے زائد بار زوجین کو مصالحت کے لئے مواقع دیئے جائیں۔ اور سائیکاٹرسٹ سے بھی ضروری راہنمائی لی جائے اور ججز ان سے

ماہرانہ رائے بھی لیں۔

۹۔ عائلی عدالتوں میں خاندان کے ذاتی، کریمنل، سول اور دیگر مقدمات بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ عدالت کا ماحول خاندانی اور خصوصا زوجین کے مقدمات کے حوالے سے ان کی نجی معاملات کے بارے میں انہیں تحفظ فراہم نہیں کرتا، چنانچہ بہت سے خاندان اپنی عزت و وقار کی وجہ سے عدالت کا رخ نہیں کرتے اور اپنے حقوق حاصل کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں عائلی عدالتوں میں صرف نکاح، طلاق، حلالہ، فسخ نکاح، خلع اور بچوں کی حضانت کے معاملات ہی کو زیر سماعت لایا جائے، نیز خاندان کی حیثیت و وقار کا تحفظ کرتے ہوئے مقدمات کی سماعت تک دوسرے غیر متعلقہ افراد کی رسائی کو روکا جائے۔ اور احاطہ عدالت میں صرف متعلقہ خاندان ہی اپنے مقدمہ کی سماعت کے دوران موجود ہوں، دیگر کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے

۱۰۔ عائلی عدالتوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ ہر عائلی عدالت میں روزانہ تقریبا ۱۳۵ سے زائد کیس زیر سماعت ہوتے ہیں، مقدمات کی یہ تعداد انسانی بنیادوں پر دیکھی جائے تو ایک جج کے لئے بہت بڑا بوجھ ہے اور انصاف کے تقاضوں کے منافی ہے۔ اس وجہ سے بعض اوقات ایک جج کے لئے بھی ممکن نہیں ہوتا کہ وہ ہر مقدمہ کا تفصیلا جائزہ لے یوں بہت سے نکات نظر انداز بھی ہو جاتے ہیں۔ اور مقدمات کے فیصلے بھی تاخیر کا شکار ہوتے ہیں۔ عدالتوں میں اضافہ سے یہ مسائل کافی حد تک کم ہو سکتے ہیں۔

۱۱۔ طلاق، خلع، فسخ نکاح، مہر، جہیز اور بچوں کی حضانت اور نان ونفقہ وغیرہ کے مقدمات کا عائلی عدالتوں میں بکثرت زیر سماعت ہونا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ عدالتی دائرہ کار سے باہر معاملات کے تصفیہ کے لئے کوشش نہیں کی گئیں۔ چنانچہ اس بات کو لازم قرار دیا جائے کہ مقدمات یا تنازعات اول یونین کونسل، مصالحتی انجمن میں تصفیہ وحل کے لئے پیش ہو چکے ہوں، اگر مصالحتی کونسل ضروری سمجھے تو مقدمہ عدالت میں پیش کیا جائے اور یہ کونسل عورتوں اور بچوں کی معاون کے طور پر عدالت میں پیش ہو۔ اس طریقہ کار سے حصول انصاف میں تاخیر کی شکایت کو دور کیا جا سکتا ہے

۱۲۔ وکلاء حضرات کو بھی اس بات کو پابند کیا جائے کہ وہ عدالتی اخلاقیات کو ملحوظ رکھیں اور مقدمات کی سماعت میں غیر حاضری سے اجتناب کریں بہت سے وکلاء مقدمات کو طول دینے کے لئے بہت سے غیر اخلاقی طریقہ کار اختیار کرتے ہیں تاکہ فریق مخالف کو تنگ کیا جا سکے لہٰذا عدالت اس طرح کی روش اختیار کرنے والے وکلاء پر جرمانہ عائد کرے جو عائلی مقدمات کی سماعت میں متعدد بار غیر حاضر ہوں، یا غیر اخلاقی زبان یا دیگر غیر اخلاقی سرگرمی میں ملوث ہوں۔

۱۳۔ عدالتوں کا ماحول خواتین اور بچوں کے لحاظ سے غیر صحتمندانہ ماحول ہے اس لئے عائلی عدالتوں کی عمارات الگ سے بنائی جائیں۔

۱۴۔ عدالتوں میں جدید ٹیکنالوجی کو متعارف کروایا جائے۔ کمپیوٹرز، فیکس، انٹرنیٹ اور جدید ذرائع کو عدالتی کاروائی کو آسان اور تیز تر کرنے کے لئے استعمال کیا جائے۔

۱۵۔ عائلی عدالتوں کے کچھ ججز صاحبان شرعی قوانین کا سیر حاصل علم نہیں رکھتے جس کے باعث بہت سے مقدمات کے فیصلے قوانین کی صحیح روح کے مطابق نہیں ہو پاتے اس لئے ضروری ہے کہ ایک ایسا بورڈ تشکیل دیا جائے جو بوقت ضرورت ججز کی معاونت کر سکیں تاکہ مقدمات کے فیصلے درست طریقے پر ہو سکیں۔

۱۶۔ عائلی قوانین میں بہت سے مقدمات کیس لاء کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہی مقدمات کی روشنی میں مستقبل کے مقدمات کے فیصلے کئے جاتے ہیں، چنانچہ ان کیس لاز کو آن لائن کیا جائے تاکہ عدالت کو جب ضرورت پڑے بغیر وقت ضائع کئے وکلاء، اور ججز مقدمہ کی سماعت کے دوران ہی اس کا مطالعہ کر لیں۔ اور ان بنیادی مقدمات کی روشنی میں فیصلے کئے جاسکیں۔

۱۷۔ عدالتیں باہمی طور پر بھی انٹرنیٹ کے ذریعے منسلک ہوں، کسی اہم مقدمہ کی تفصیلا رپورٹ ایک دوسرے کو ای میل کی جائے تاکہ دیگر فیصلے اس کی روشنی میں کئے جائیں نیز اگر کسی مقدمہ کے فیصلے میں کوئی کمی یا نقص رہ گیا ہو دیگر ججز یا وکلاء اس حوالے سے ماہرانہ رائے بھی دیں سکیں گے۔ اس طرح بہتر عدالتی فیصلے ممکن ہو سکیں گے۔

عدالت جہاں فریقین کو عدالت میں حاضر ہونے کے لئے نوٹسز بھجواتی ہے وہیں اس کے ساتھ ساتھ ای میل اور ٹیلی فون کی سہولت سے بھی استفادہ کر کے مقدمات کو جلد نمٹا جاسکتا ہے۔ اور اس کا ریکارڈ بھی رکھا جائے۔

۱۸۔ عدالتی طریقہ کار کو جدید بنیادوں پر منظّم کیا جائے۔ خواتین، ان کے بچوں ودیگر متعلقین کو عدالتی چارہ جائی کے درمیان بہت سے مشکل مراحل سے گزرنا پڑتا ہے جس میں درخواست دینے سے لے کر ریکارڈ کے حصول تک کے مختلف مراحل ہیں۔ چنانچہ اگر جدید ٹیکنالوجی کا استعمال شروع کیا جائے تو کافی حد تک معاملات بہتر ہو سکتے ہیں۔

۱۹۔ کرپشن نے جس طرح تمام اداروں کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے وہیں عدالتی نظام بھی اس سے محفوظ نہیں ہے۔ جس سے بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عدالتی ریکارڈ تک رسائی، ان کی نقول حاصل کرنا، فائل کو محفوظ رکھنا وغیرہ ایسے مسائل ہیں جو عدالتی طریقہ کار کو دشوار بناتے ہیں۔ جس سے مقدمات کے فیصلوں میں تاخیر ہوتی ہے۔ عدالتی نظام کو کرپشن سے پاک کرنے کے لئے ضروری اقدامات کئے جائیں نیز فریقین کو عدالتی ریکارڈ تک رسائی بآسانی ممکن بنائی جائے۔

۲۰۔ عائلی مقدمات میں عدالتی اخراجات کو ختم کیا جائے، خصوصا ان مقدمات میں جو لوگوں کے باہمی تعلقات کے حوالے ہوں۔ جیسے نکاح، طلاق، فسخ نکاح، مہر، جہیز، نان ونفقہ اور بچوں سے متعلق ہوں۔ خصوصا خواتین اور بچوں کو دائر مقدمات میں عدالتی اخراجات سے استثناء دیا جائے۔ عدالت اس سلسلے میں سرکاری وکلاء کا تقرر کرے جنہیں پابند کیا جائے کہ وہ بھی بلا معاوضہ خدمات انجام دیں۔

۲۱۔ زوجین سے متعلق مقدمات میں فریقین کی راہنمائی کے لئے ایک مرد کو نسلر اور ایک عورت کو نسلر کا تقرر کیا جائے۔ اور یہ فریقین کی اپنی مرضی سے ہو۔ عدالت اس میں کوئی دخل اندازی نہیں کرے گی۔

۲۲۔ مقدمات کے اخراجات میں کمی کے لئے اور فیصلوں میں تاخیر کے خاتمے کے لئے عائلی عدالتیں ڈسٹرکٹ سطح پر قائم کی جائیں۔ نان ونفقہ، مہر جہیز وغیرہ کے مسائل طلاق، خلع اور فسخ نکاح کے بعد مصالحتی کونسل کی سطح پر حل کیے جائیں۔

۲۳۔ ماہر قانون منیر صاحب تجویز کرتے ہیں:

عدالت میں فیملی ججز اور فریقین کے مابین راؤنڈ ٹیبل ڈسکشن ہونی چاہیے۔ فریقین کے مابین تنازعات اس سے بہتر انداز میں حل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ فریقین ایک دوسرے پر الزامات لگاتے ہیں کہ ان کے خاندان والے معاملات کو زیادہ الجھاتے ہیں اور اگر فریقین آپس میں صلح کرنا بھی چاہتے ہیں تو ان کے خاندان والے ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اور رکاوٹ بنتے ہیں۔ عدالتی امور میں ان طریقہ کار کے استعمال سے زوجین میں صلح کروائی جاسکتی ہے۔[۳۱]

زوجین کے تنازعات میں ری کونسولیشن ضروری قرار دی جائے۔ اس بارے میں وہ TJ کی تھیوری سے استفادہ کرنے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ نیز اس حوالے سے وہ تجویز دیتے ہیں کہ وکلاء، ججز اور عائلی عدالتوں کے ججز کو اس بارے میں ٹریننگ دی جائے۔ اور جدید سائنسی طریقہ کار کے استعمال سے عائلی عدالتوں میں پیش ہونے والے مسائل کا حل کیا جاسکے۔[۳۲]

۲۴۔ پری میرج کونسلنگ کے ساتھ ساتھ پری ڈائیورسڈ کونسلنگ بھی ضروری قرار دی جائے۔ زوجین کو طلاق، تنسیخ نکاح اور خلع کے مقدمات سے پہلے ایسے سماجی وازدواجی و نفسیاتی معاملات کے ماہرین سے راہنمائی لینا ضروری قرار دیا جائے تاکہ وہ طلاق سے پہلے کے حالات اور طلاق کے بعد کے مسائل سے واقفیت اور راہنمائی حاصل کرسکیں۔ اس طرح ممکن ہے کہ وہ طلاق کے آخری حل ہونے سے پہلے دیگر ممکنہ حل واقدامات کو اختیار کرکے طلاق جیسے قبیح فعل سے بچ سکیں گے۔

پری ڈائیورسڈ کونسلنگ سنٹرز سرکاری وغیر سرکاری دونوں سطح پر قائم کئے جاسکتے ہیں، علیحدگی اختیار کرنے والے زوجین کے لئے ان کونسلنگ سنٹرز سے طلاق سے قبل کم از کم ۵ بار راہنمائی لینا ضروری ہو۔جب کونسلر تجویز کرے کہ معاملات اس نہج پر ہیں کہ نہیں سدھر سکتے تب عدالت میں مقدمہ دائر کیا جائے۔ امریکہ کی مختلف ریاستوں میں نئے شادی شدہ جوڑوں کے مابین طلاق کی شرح کو کم کرنے کے پری ڈائیورسڈ کونسلنگ کو قانونی طور پر لازمی قرار دیا گیا ہے۔[۳۳]

۲۵۔ حکومت خواتین کو ان کے مسائل کے حل سے واقفیت فراہم کرنے کے لئے ایک ٹی وی چینل شروع کرے، جہاں مختلف قانونی وسماجی ماہرین خواتین کے مسائل اور ان کے مجوزہ حل کے بارے میں آگاہی دیں۔

۲۶۔ فری ہیلپ لائن کا قیام عمل میں لایا جائے، جہاں خواتین اپنے مختلف مسائل ومشکلات کی رپورٹ درج کرواسکیں اور ان کا مسائل حل فوری طور پر ممکن ہوسکے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

---

[۱] ۔ وڑائچ، سہیل اکبر، مسلم عائلی قوانین دشواریاں اور ممکنہ حل، لاہور، شرکت گاہ وویمن ریسورس سنٹر، ۲۰۰۷ء، ص:۲

Warraich, Suhail Akbar, Muslim A'ili Qawanīn Dushwariyan aūr Mumkina Hel,Lahore,Shirket gaah, Women Resource Center, 2008, p, 3

[۲] ۔ قرۃ العین زینب، مسلم عائلی قوانین مع جدید عدالتی نظائر ۲۰۱۲ء، ملتان، لیگل ایڈیشن، ۲۰۱۲ء، ص:۲

Qurat Al Ain Zainab, Muslim A'ili Qawanīn, ma' Jadīd Adaalti Nazáir,2012, Multan, Legal Edition, 2012, p,4

[3]۔ ایضا، ص: ۲۔۳

Ibid: p,2-3

[4]۔ البقرہ: ۲۳۷

Al-Quran 2:237

[5]http://www.javedahmadghamidi.com/books/view/muslim-family-laws-ordinance,Retrived on :25-10-2015

[6]۔ ibid

[7] . PLD 2000 FSCI,PP.61-62

[8] . Family Law in Islam Theory And Application, p, 230

[9] . Amendment In Sections 5 And 7 Of The Muslim Family Laws Ordinance,1961report No.74,Amendment In Sections 5 And 7 Of The Muslim

[10] . Muhammad Munīr, Reforms in triple Talaq in the personal law of Muslim states and Pakistani Legal system :Continuity versus change, International Review of law, : p,12 URL_IRLIRL_2013_2_24/4/2013_SURESH.T_447161_OwnStyle, Retrieved on: 25-10-2015

[11] . Reforms in triple talaq in the personal law of Muslim states and Pakistani Legal system :Continuity versus change, International Review of law, p:5

[12] . ibid, p:10-11

[13]۔ روز نامہ جنگ، ۲۱، جنوری، ۲۰۱۵

Roze Naama Jung, 21st January, 2015

[14]۔ یونس: ۴۹

Al-Quran 10:49

[15]۔ شعیب احمد، حافظ، خلفاء راشدین کا اجتہادی منہج و نوعیت اور عصر حاضر میں اس سے استفادہ، لاہور، دار النور، اردو بازار، ۲۰۱۳ء، ص: ۳۱۰۔۳۷۱

Shoaib Ahmad ,Hafiz, Khulfa e Rashdīn ka Ijtihādi Menhej o Noyiet aūr Asr e Hazir mein iss say Istifadā, Lahore, Dar al Noor, Urdu Bazar, 2013, p, 310-371

[16]۔ پی ایل ڈی، ۱۹۶۳ء، سپریم کورٹ آف پاکستان، ۵۱، بحوالہ مسلم عائلی قوانین، شرح ولاء کیس، ص: ۳۱

PLD,1963, Supreme Court Of Pakistan, 51, Bhwāla Muslim A'ili Qawanīn, Sharh o

Law Case, p,31

[17] ۔http://www.tafheemeislam.com/articledetails.php?id=MTQ4#.VjIcXmyDrIU,Retried on : 28-10-2015

[18] . Family Law In Islam Theory and Application, P:230

[19]۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، حیلہ ناجزہ، کراچی، دارالاشاعت، س ن، ص: ۱۹تا۲۸

Thānwi, Ashraf ʿ Ali, Mawlāna,Heelā Najiza, Karachi, Dra al Ashāt,p,19-28

[20]۔ مسلم عائلی قوانین و معاملات، ص: ۳۲۵

Muslim A'ili Qwanīn o M'amlāt,p,325

[21]۔ باجوہ، محمد احمد اللہ، محمڈن لاء، لاہور خیبر پبلشرز، مزنگ روڈ، س ن، ص: ۶۰۶۔۶۰۷

Bājwa, Muhammad Ahmadullāh, Muhammadan Law, Lahore Khabair Publishers, Mezung Road, p, 606-607

[22]۔ مسلم عائلی قوانین و معاملات، ص: ۳۲۵۔۳۲۶

Muslim A'ili Qwanīn o M'amlāt,p,325-326

[23]۔ حیلہ ناجزہ، ص: ۱۴۴تا۱۸۴

Heelā Najiza,p,144-184

[24]۔ Domestic violence against women and family court Act 1964

[۲۵]۔ عائلی عدالت ایکٹ ۱۹۶۴ء کی شق ۱۰ کی ذیلی شق ۴ میں تبدیلی اور عائلی عدالت کے جدول کے حصہ اول میں سیریل نمبر ا میں تنسیخ نکاح کے بعد الفاظ بشمول خلع کا اضافہ کیا گیا۔

In the sub clause 6 of the main Clause 10 of the Family Court Act 1964 and in the first part, serial number 1 of the table of the family court, after the annulment of Nikkah , the word including KHULA was added on.

[۲۶]۔ محمد اعجاز احمد خان بنام عائلی عدالت اور ایک اور ۲۰۰۵ء ایس۔ایل۔آر، ۳۷۹ بحوالہ: مسلم عائلی قوانین، دشواریاں اور ممکنہ حل، ص: ۱۲۶

Muhammad Ijaz Ahmad Khan Bnām A'ili Adālet Aūr aik aūr 2005,S-L-R, 379 Bhāwalā: Muslim A'ili Qwanīn , Dushwāriyan Aūr Mumkinā Hel,p, 126

[27]۔ ایضا، ص: ۱۲۷

[۲۸]۔ سیدہ سعدیہ، ڈاکٹر، یک طرفہ عدالتی خلع اور ججز کے اختیارات؛ پاکستان کے عائلی عدالتی نظام کا تجزیاتی مطالعہ، ششماہی الاضواء، ج: ۳۶ ش: ۵۵، ص: ۵

Sayyeda Sadia, Doctor, Yek Terfā Adālti Khula Aūr Judges kay Ihtiyarāt: Pakistan Kay A'ili Nizām Kā Tejziyāti Mutāl'a, Sheshmāhi Al-Adhwā, 32/5

29۔اسلامی نظریاتی کونسل ۲۸ مئی ۲۰۱۵ء، اجلاس نمبر: ۱۹۹

Islami Nezriyāti Council, 28th My, 2015, Ijlās no. 199

۳۰۔ایضا، ص:۶

ibid

31 ۔Muhammad Amir Munir, Family Courts in Pakistan In Search of better Remedies for Women and Children , P:209 http://www.ssrn.com/en/, Retrieved on : 24-12-2015

32 ۔Muhammad Amir Munir, Family Courts in Pakistan In Search of better Remedies for Women and Children , P:223-224 http://www.ssrn.com/en/,Retrieved on : 24-12-2015

.http://www.divorceknowledgebase.com/blog/should-pre-divorce-counseling-be-mandatory-for-married-couples/,Retrieved on :10.01.2016